مولانا محمد یسین
نائب مہتمم قاسم العلوم ملتان

از شاخ جنوں فتادہ بر گیم

شاہ جی کی صحبت میں گذرے ہوئے حسین لمحات میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں گذشتہ بارہ سال سے راقم الحروف نے شاہ جی کے بے شمار کمالات و خصوصیات کو دیکھا اور ان ہی خصوصیات کی وجہ سے شاہ جی ہر طبقہ کے مقبول و محبوب تھے شاہ جی کے کرائے والے کچے مکان کی بوسیدہ دری اور شکستہ چٹائی پر اعاظم رجال بیٹھنے میں فخر محسوس کرتے بڑے بڑے رؤساء، وزراء، علماء، شعراء، صوفیاء اس مرد قلندر کی بارگاہ میں حاضر ہوتے، کبھی محفل شعر و سخن گرم ہوتی تو ایسے معلوم ہوتا کہ کوئی محفل مشاعرہ ہے۔ خدا نے بے پناہ حافظ کی قوت عطا کی تھی ایک ہی مجلس میں سینکڑوں اساتذہ کے منتخب معیاری اشعار پڑھ دیتے۔ تصوف کے رموز و اسرار بیان فرماتے تو یہ بھی ڈیوڑھی (شاہ جی اپنی نشست گاہ کو ڈیوڑھی کے نام سے یاد کرتے تھے) ایک بہت بڑی خانقاہ میں تبدیل ہو جاتی۔ علماء کے سامنے جب اپنے ذوق کے مطابق قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ کرتے تو معلوم ہوتا شاید کسی عربی درس گاہ میں قرآن کریم کی تفسیر کا درس شروع ہے۔ ظرافت کے پھول بکھیرتے تو محفل کشت زعفران بنا دیتے القصہ بہت سی متضاد خوبیوں کا ایک حیرت انگیز مجموعہ تھے۔

و لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

ترجمہ: اللہ پر کوئی مشکل نہیں کہ تمام عالم کو ایک شخص میں جمع کر دے۔

محبوبیت و مقبولیت کا بارہا یہ عالم دیکھا کہ بلند پایہ شعراء بھی شاہ جی کی لب کشائی کے لئے بے تاب ہیں اور علماء و صوفیاء بھی جنبش لب کے منتظر ہیں۔

حکیم محمد حنیف اللہ صاحب کے مطب پر تشریف آوری کا روزانہ معمول تھا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ راستہ میں ضعف و ناتوانی کا شکوہ کرتے اور فرماتے مولوی یسین پاؤں جواب دے رہے ہیں دشواری سے حکیم صاحب کے پاس پہنچتے۔ حکیم صاحب کی جانب ہاتھ بڑھاتے "حکیم صاحب نبض دیکھئے تو؟" حکیم صاحب فرماتے "ہاں شاہ جی! آج کچھ زیادہ ضعف ہے" اتنے میں کوئی اہل ذوق وارد ہوا۔ شعر و سخن اور علم و ادب کی محفل سرگرم ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ جوانی کی تمام قوتیں عود کر آئی ہیں اور شاہ جی بالکل صحت مند ہیں۔ اسی اثناء میں بڑی قوت کے ساتھ ہاتھ حکیم صاحب کے سامنے بڑھاتے اور کہتے "حکیم صاحب! اب نبض دیکھئے تو؟ حکیم صاحب کہتے ماشاء اللہ اب تو نبض کی حالت بہت اچھی ہو گئی ہے۔ شاہ جی فرماتے "حکیم صاحب! میں فالج اور ذیابیطس کا مریض نہیں ہوں" میری محفلیں اجڑ گئی ہیں دیکھئے حکیم صاحب! شاہ عظیم آبادی کیا کہہ گئے ہیں۔

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

ایسی محفلیں دو دو تین تین گھنٹے قائم رہتیں۔ حکیم صاحب کے ہاں مریضوں کا ہجوم ہے۔ مگر حکیم صاحب مریضوں سے بے نیاز شاہ جی کی طرف متوجہ ہیں۔ مریض اپنی تکالیف فراموش کئے بیٹھے ہیں گھنٹوں کے بعد جب گھڑی دیکھتے "بڑا وقت گذر گیا ہے چلیں حکیم صاحب اللہ کے نام کا کوئی ٹکڑا ملتا ہے تو کھائیں" ایسی محفلوں میں گذشتہ دور کے واقعات اور لطائف وظرائف بیان کرتے۔ راقم الحروف گو قلم بند نہیں کرسکا تاہم یادوں کا ایک ذخیرہ ذہن موجود ہے۔ جس میں سے کچھ "امروز" کے قارئین کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ اس کے باوجود کہ مجھے اپنی کوتاہ قلمی کا شدید احساس ہے لیکن "امروز" کے لئے کچھ لکھنے کا مطالبہ رد کرنا بڑا مشکل تھا۔ کیونکہ "امروز" شاہ جی کے چند پسندیدہ اخباروں میں سے تھا شاہ جی اسے روز پڑھتے یا راقم الحروف سے سنتے۔

انگریز دشمنی

انگریز دشمنی شاہ جی کے رگ و ریشہ میں سرایت کی ہوئی تھی ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں امیر شریعت نے جس طرح انگریز کے خلاف آگ لگائی اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کرسکتے ہیں جنھوں نے تقسیم ملک سے قبل براہ راست شاہ جی کی تقاریر کو سنا لیکن اب ابھی اپنی بیماری کے دنوں میں جب گذشتہ دور کے واقعات کو یاد کرتے تو ان کا پر جلال و پرہیبت چہرہ دیدنی ہوتا، فرماتے اس کرہ ارضی پر آج تک انگریز سے بڑھ کر عدو اللہ و عدو الرسول عدو القرآن عدو المسلمین پیدا نہیں ہوا۔ ان فقروں میں کچھ اس قسم کی حرارت ایمانی کا امتزاج ہوتا کہ سامعین کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور اپنی مخصوص درد ناک اور فلک شگاف آواز میں اپنا یہ شعر پڑھتے۔

چہ گویمت ز کمال فرنگ دشمن دیں
نشاں دہد ز مقام اہرمن چہ رسد

راقم نے بارہا شاہ جی کو اپنے احباب سے یہ کہتے سنا کہ "فرنگی یا غلامان فرنگ آپ سے کبھی خوش ہوجائیں تو یہ آپ کے ایمان کے قریب مرگ ہونے کا وقت ہوگا۔ ان کا ہمارے درپے آزار رہنا ہی ہمارے ایماندار ہونے کی ضمانت ہے۔ فرماتے "ایمان کی شرط میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ جس کشتی میں انگریز سوار ہیں سوراخ کیا جائے اور اس کی تبلیغ میری زندگی کا مقصد ہے۔"

(۱) قبل از آزادی آپ کا معمول تھا کہ ہر سال دو مہینے مظفر گڑھ، ڈیرہ غازیخان کے اضلاع میں تبلیغی دورہ فرماتے۔ احباب پوچھتے اس خطہ پر عنایت خاص کیوں ہے؟ تو فرماتے کہ وہ علاقے پسماندہ ہیں جہاں فرنگی کی ہیبت و جبروت مثالی طور پر سکہ بٹھائے ہوئے ہے۔ شاید اللہ تعالی میری کوششوں سے اس کی ہیبت کے بتکدہ کو ویران کردے۔ واقعات ذیل سے شاہ جی کی شجاعت و جرأت اور اس راہ میں ہر قسم کی قربانی دینے کی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ جیل میں میں نے پھانسی خانے کو دیکھا اور تختہ دار پر بھی قدم رکھا اور پھر اپنے آپکو تولا کہ اگر اس راہ میں پھانسی آجائے تو! فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو مطمئن اور تیار پایا۔

بیماری کے دوران جب کوئی بزرگ مزاج پرسی کو تشریف لاتے تو فرماتے "ساری زندگی یہی تمنا رہی کہ انگریز کے خلاف جہاد کرتے ہوئے یہ جان کام آجائے (اپنی شہادت کی طرف اشارہ کرتے) اس سے تو محروم ہوگئے

اب دعا کرو کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔

انگریز دشمنی کی آگ اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کی فطرت میں ودیعت کی تھی البتہ ماحول اور مطالعہ کے اثرات نے اس آگ کو بھڑکایا۔

ایک محفل میں ارشاد فرمایا کہ میری طفولیت کے ایام اپنے آبائی گاؤں ناگڑیاں ضلع گجرات میں بسر ہو رہے تھے۔ ایک دن دیکھا کہ بہت سے آدمیوں کا ہجوم قطار میں کھڑا ہے میں بھی تماشائی کی حیثیت سے قطار میں شامل ہو گیا دیکھا کہ ایک سرے سے ایک انگریز افسر سب لوگوں کے ساتھ ہاتھ ملا رہا ہے جب وہ انگریز افسر میرے قریب آیا تو میں قطار سے پیچھے سرک گیا۔ اس نے شاید برا منایا ہو لیکن گاؤں کے زمینداروں نے اور بعض خاندانی بزرگوں نے بہت برا خیال کیا تو میں نے کہا کہ میں اس دشمن دین کافر سے ہاتھ نہیں ملا سکتا۔

اپنی جوانی کے دوران کا ایک واقعہ ذکر کیا کہ ایک دفعہ کسی گاڑی کی انتظار میں میں امرت سر کے پلیٹ فارم پر گھوم رہا تھا کہ کسی دوسری جانب جانے والی گاڑی کے ایک درمیانہ درجہ کے ڈبہ کے سامنے کچھ لوگ جمع ہیں۔ نزدیک جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سالم ڈبہ میں دو انگریز نوجوان دروازہ بند کئے بیٹھے ہیں اور کسی ہندوستانی کو اندر گھسنے نہیں دیتے کچھ دیر تو میں اسی انتظار میں رہا اتنے آدمی جو موجود ہیں شاید ان میں سے کوئی جرأت کرے مگر سب پر خوف وہیبت طاری تھی، زیادہ دیر تک یہ ذلت آمیز منظر دیکھ نہ سکا۔ میرے پاس موٹا سونٹا تھا میں نے زور سے وہ سونٹا دروازہ میں مارا اور اندر داخل ہو گیا ایک انگریز نوجوان میری طرف بڑھا میں نے سونٹے کی نوک سے اس کو ڈبہ میں گرا ڈالا دوسرا اس کی امداد کو بڑھا تو اس کو بھی گرے ہوئے پر دے مارا۔ مگر دیکھتا ہوں کہ کہ اس کے بعد کوئی اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتا۔ سٹیشن ماسٹر اسٹیشن کو چھوڑ کر روپوش ہو گیا۔ لوگوں کو کہہ سن کر باصرار اندر بلایا ان انگریز نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ سہمے ہوئے ایک جانب آرام سے بیٹھ گئے ہیں میں نے ڈنڈا دکھاتے ہوئے کہا کہ پھر کوئی شرارت کی تو یہ اب آپ کے سر پر برسے گا۔

۱۹۲۱ء میں پہلی دفعہ دو سال کی سزا ہوئی اور شاہ جی کو میانوالی جیل منتقل کر دیا گیا۔

ان اسیری کے دنوں میں کن لوگوں کی رفاقت میسر آئی اور کیا واقعات رونما ہوئے یہ ایک مستقل کتاب ہے فرمایا کہ ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل لالہ رام داس آئے اور مجھے کہنے لگے کہ گورنر بہادر کی چٹھی آئی ہے کہ اگر عطاء اللہ شاہ صرف اظہار افسوس کردے تو میں اس کی فوری رہائی کے احکام صادر کردوں گا۔ تو میں نے کہا لالہ جی جو میں کہوں گا وہ لکھو گے؟ لالہ جی نے کہا کہو تو! "میں نے کہا لکھو کہ میں جب تک زندہ رہوں گا تمہاری جڑوں میں پانی پھیرتا رہوں گا (تمہاری جڑیں کاٹتا رہوں گا) لالہ جی ہنس کر چل دیئے اور کہنے لگے "بس کرو شاہ جی جواب ہو گیا"

دیناج پور جیل

بنگال کے ضلع دیناج پور کی جیل میں جب پہلی دفعہ وارد ہوئے تو فرمایا "میرے سر پر مراد آبادی ٹوپی تھی اندرون جیل مولانا عبد اللہ الباقی اور دیگر علماء و رہنمایان بنگال پہلے ہی سے موجود تھے میری دیکھا دیکھی انہوں نے بھی مراد آبادی ٹوپیاں استعمال کرنا شروع کردیں۔ جیل کے انگریز افسروں کو یہ ٹوپیاں سخت ناگوار تھیں اور ہم سب

سیاسی قیدیوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اگر انگریزوں کو یہ ناگوار ہیں تو استعمال ہرگز ترک نہ کریں گے۔ ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل اور مسٹر سمپسن (SIMPSON) انسپکٹر جیل خانہ جات معائنہ کے لئے آئے اور ہم سب سیاسی قیدیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "یہ گاندھی کیپ ہیں انہیں آپ لوگ نہ پہنا کریں میں نے آگے بڑھ کر کہا یہ گاندھی کیپ نہیں بلکہ مراد آبادی کیپ ہیں" مگر گاندھی کیپ کے متعلق ان کا اصرار جاری رہا۔ میں نے غصے میں کہا تو پھر یہ قمیص بھی گاندھی ہے اور یہ پاجامہ بھی اس پر سمپسن بہت چڑا اس نے سپرنٹنڈنٹ جیل کو حکم دیا "ان سب کی ٹوپیاں اتروالو" یہ حکم سنتے ہی اکثر اصحاب نے ٹوپیاں خود بخود اتار کر حکام جیل کے حوالے کردیں سپرنٹنڈنٹ میری طرف بڑھا اور اس نے کہا کہ آپ بھی ٹوپی اتار دیں میں نے کہا کہ "سر اترنے سے پہلے یہ ٹوپی نہیں اتر سکتی۔ پہلے سر اتارو پھر ٹوپی اتار لینا" فرماتے کہ میں ساری زندگی عدم تشدد کا مبلغ رہا ہوں، لیکن اس دن میں نے تشدد کا عزم کرلیا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا اگر میری ٹوپی پر اس نے ہاتھ ڈالا تو دونوں کو نیچے گرا کر آج میں سمپسن کا خون پیوں گا اس وقت بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کا خون میرے سامنے تھا۔ میری صحت اس وقت ماشاء اللہ بہت اچھی تھی، سپرنٹنڈنٹ نے جب میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں نے اس کی کلائی پکڑلی اس پر کچھ اس قسم کی ہیبت طاری ہوئی کہ چوٹی سے لیکر ایڑی تک وہ پسینہ میں لت پت ہوگیا اور پیچھے ہٹنے لگا میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا وہ دونوں بڑبڑاتے ہوئے ہمارے احاطہ سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد میرے سب رفقاء میرے لئے کسی بڑی عقوبت کا انتظار کرنے لگے ادھر جب سمپسن دفتر پہنچا ابھی آرام سے بیٹھا ہی نہیں تھا کہ دو پستولوں سے مسلح نوجوان آئے اور انہوں نے سیمسن کو للکار کر کہا۔ (READY MR SIMPSON) تیار ہوجاؤ مسٹر سمپسن پھر بیک وقت دونوں نے فائر کئے چشم زدن میں سمپسن خاک کا ڈھیر تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد جب ہمیں اطلاع ملی تو میں نے مارے خوشی سے زور سے کہا وہ مارا میری اس گرج سے میرے رفقاء گھبرا گئے کہ کہیں اس سازش میں ہم پر اور مقدمہ نہ قائم ہوجائے میں نے کہا کہ ظالم دشمن مارا ہے اب بھی خوشی نہ منائیں۔

صدر ناصر کی فرنگ دشمنی کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور جب ناصر نے نہر سویز کو قومی ملکیت قرار دیا تو شاہ جی بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا کہ سیاسی دور میں میرے رفقاء کے درمیان یہ مسئلہ کئی دفعہ زیر بحث آیا کہ اگر نہر سویز ان کے چنگل سے نکل جائے تو ہندوستان پر انگریزوں کی گرفت بہت ڈھیلی ہوجائے گی۔ الحمد للہ زندگی میں اللہ نے یہ آرزو پوری کردی۔ چونکہ سامراجی سازشوں سے کماحقہ واقف تھے اس لئے کبھی صدر ناصر کے بارہ میں جانی خطرہ کا اظہار کرتے اور پھر صدر ناصر کو دعائیں دیتے۔

بایں ہمہ ذوق عداوت افرنگ انگریزوں کی بعض خوبیوں کا اعتراف کرتے جب ان خوبیوں کا ذکر کرتے تو بڑے افسوس اور حسرت سے کہتے کہ یہ خوبیاں مسلمانوں نے ترک کردیں اور انگریز نے اپنالیں فرمایا ڈیرہ غازی خان میں کچھ دنوں کا پروگرام تھا چند مقامات پر جلسے منعقد ہونے تھے محکمہ پولیس نے انگریز ڈپٹی کمشنر کو تجویز بھیجی کہ بخاری کے ڈیرہ غازی خان میں داخلہ پر پابندی عائد کردی جائے تو اس نے کہا ارتکاب جرم سے پہلے کسی کو سزا دینا بہت بڑی ناانصافی ہے اگر خلاف قانون تقریر کرے گا تو خود بھگتے گا۔ ہمارے پاس دفعات موجود ہیں اور مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔

اس آخری بیماری کے دوران جن چیزوں کا شاہ جی کو اکثر غم رہتا وہ مسلمانوں کی بدمعاملگی تھی آئے دن اخبارات میں ملاوٹ، دھوکہ دہی، کم تولنے کے واقعات پڑھتے یا زبانی سنتے تو بہت کڑھتے اور پھر فرماتے کہ انگریز سیاست کا تو پکا ابلیس ہے لیکن کاروبار کا مومن ہے اور فرماتے کہ یورپ میں ملاوٹ اور اپنی قوم کو دھوکا دینے کے واقعات بہت کم رونما ہوتے ہیں۔

شاہ جی کی شجاعت اور جرأت کے ان گنت واقعات ہیں جنھوں خوف طوالت سے نظر انداز کیا گیا ہے اور اس مردِ قلندر کی تصویر کے کئی رخ ہیں جنھیں صفحۂ قرطاس پر پیش کرنے کے لئے ایک طویل مدت درکار ہے۔ لہذا اس سلسلہ کو شاہ جی کے اپنے اشعار پر ختم کرتا ہوں۔

از شاخ جنوں فتادہ بگیم
مردیم دور انتظار مرگیم
با ایں ہمہ ضعف و ناتوانی
دانی! کہ چہ کارہا نہ کردیم
ما مسلک روبہی نہ رفتیم
ما پیرویٔ خراں نہ کردیم
بر مسند فقر یگانہ فردیم

پاسبانِ ملت

حقیقت یہ ہے کہ کسی کے متعلق کچھ لکھنا کارے دارد اور بالخصوص حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے۔ اور پھر اس شیر بیشۂ حریت و پاسبانِ ملت کا اپنا کردار اپنے آپ پر شاہد اور برہانِ ناطق ہے کسی بڑے چھوٹے کے لکھنے کا محتاج نہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب! اپنے تو اپنے بیگانے بھی امیر شریعت مرحوم کے کردار اعلیٰ یعنی استقامت فی الدین اور طمانیت قلب کا مشاہدہ ہر بار کر کے اپنی جگہ ثنا خواں تھے اور ہیں کہ ایسا مجاہد مردِ میدان کبھی ہم میں ہوتا تو کام بن جاتا۔ افسوس کہ بے قدر اور نااہل و نادان لوگوں سے اس کا واسطہ رہا۔

ہے جو حسد کسی کو تجھ سے یہ بھی ہے تیری ہی خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

شاہ صاحب جامع شیُون تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہم کمزور دل لوگ بھی ان کے بہادرانہ کردار اور گفتار سے سبق لیتے تھے۔ اب وہ جبلِ استقامت و شجاعت بھی ہم سے چھن گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرما کر درجات بلند فرمائے (آمین)

حضرت مولانا خدا بخش (ملتانی) رحمۃ اللہ علیہ